تقریر

تقریر بابت ایمانیات
وقت 5-7 منٹ

چھ ارکانِ ایمان

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (البقرۃ:178)

کہ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی اسی کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر۔

دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا

معزز سامعین! مَیں آج ایمان کے چھ ارکان کے حوالہ سے گفتگو کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

”حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور بالوں کا رنگ بہت سیاہ تھا اس پر سفر کی کوئی علامت دکھائی نہیں دیتی تھی اور نہ ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا۔ وہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے کے ساتھ اپنا گھٹنا ملا کر (مؤدب) بیٹھ گیا اور عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یوم آخرت کو مانے اور خیر اور شر کی تقدیر اور اس کے صحیح صحیح اندازے پر یقین رکھے۔“
(حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 166)

اسلام اپنی بعض تعلیمات پر زیادہ توجہ مرکوز کروانے کے لئے رکن یا ارکان کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ جیسے رُکنِ یمانی، ارکانِ اسلام یا ارکانِ ایمان وغیرہ۔ مجھے چونکہ آج ارکانِ ایمان پر گفتگو کرنی ہے اس لئے مَیں اپنی بات کو اِسی پر محدود رکھوں گا۔ رُکن، ستون یا تھم کو کہتے ہیں جو عمارتوں کی تعمیر میں چھت کو مضبوط رکھنے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اور ایک مؤمن کو باور کرایا جارہا ہے کہ آپ کا ایمان ایک عمارت کی طرح ہے جس کے چھ ستون ہیں اپنے ایمان کی چھت کو مضبوط رکھنے کے لئے اِس کے چھ Pillars کو مضبوط رکھیں۔ اِن کی مرمتیں کرتے رہیں۔ جس قدر ستون مضبوط ہوں گے اُسی قدر ہمارے ”ایمان“ کی چھت مضبوط ہوتی جائے گی اور اُس کو اپنوں یا غیروں سے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ اِن چھ ستونوں کی تشریح اور تفصیل میں جانے سے قبل معلوم ہوتا ہے کہ ”ایمان“ کے لفظ پر غور کرلیا جائے۔ ”ایمان“ عربی زبان کا لفظ ہے جو ”امن“ سے نکلا ہے اور جو شخص اسلام پر ایمان لاکر مؤمن بنے گا تو وہ بلاؤں اور رسومات وغیرہ سے خود بھی امن میں ہوگا اور اپنے ضرر سے، اپنے ہاتھ سے دوسروں کو بھی امن میں رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں متعدد جگہ ایمان لانے کا ذکر فرما کر ذمہ داریوں اور فرائض سے آگاہ فرمایا ہے۔ مجھے جو لفظِ ایمان کی مکمل تعریف قرآن کریم میں نظر آئی وہ سورۃ البقرہ آیت 178 میں بیان ہوئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

”تمہارا مشرق اور مغرب کی طرف مُنہ پھیرنا کوئی بڑی نیکی نہیں ہے لیکن کامل نیک وہ شخص ہے جو اللہ، روزِ آخرت، ملائکہ (الٰہی) کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لایا اور اس (اللہ) کی محبت کی وجہ سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور سوالیوں کو نیز غلاموں (کی آزادی) کے لیے (اپنا) مال دیا اور نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ کو

ادا کیا اور اپنے عہد کو جب بھی (کوئی) عہد کر لیں پُورا کرنے والے اور (خاص کر) تنگی اور بیماری میں اور جنگ کے وقت برداشت سے کام لینے والے (کامل نیک) ہیں یہی لوگ ہیں جو (اپنے قول کے) سچے اور یہی لوگ کامل متقی ہیں۔"

حضرت مصلح موعودؓ اِس آیت کو تفسیرِ صغیر کے انڈیکس میں ارکانِ ایمان کے تحت لائے ہیں۔ ایمان سے متعلق تمام فروعات کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔ جہاں تک سب سے بڑے مفسّرِ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان بارے میں ارشادات کا تعلق ہے۔ آپؐ نے ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَۃٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ (ابن ماجہ) کہ ایمان دل کی معرفت، زبان کے اقرار اور اسلام کے ارکان پر عمل کا نام ہے۔ (ترجمہ حضرت ملک سیف الرحمن صاحب) جو یہ ہیں کلمہ طیّبہ پر یقین، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ جبکہ ایمان کے ارکان اِس کے علاوہ ہیں جو یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، اُس کی کتابوں پر ایمان، اُس کے رسولوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور خیر وشر کی تقدیر اور قضاوقدر پر یقین رکھنا۔

سامعین! ہم عمومی طور پر اسلام کے پانچ ارکان کو الگ بیان کرتے ہیں اور ایمان کے چھ ارکان کو الگ بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن محوّلہ بالا حدیث کے مطابق ایمان کے چھ ارکان تو ہیں ہی لیکن اسلام کے پانچ ارکان بھی اِس میں شامل ہیں اور یوں ایمان کے 11 ارکان ہوئے۔

ایک اور موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے 70 حصّے یا 70 کے قریب شاخیں بیان فرمائی ہیں۔ سب سے افضل شاخ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار ہے جو ارکانِ ایمان میں اوّل نمبر پر ہے اور ایمان کی سب سے کمتر شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز اُٹھانا ہے اور حیاء بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 168)

مَیں اوپر ایمان کی تعریف میں کہہ آیا ہوں کہ ایک مؤمن اپنی ذات کے لئے بھی امن میں رہے اور دوسروں کو بھی امن کا پیغام دیتا رہے اور اس کی تائید میں احادیث میں لکھا ہے کہ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ آمَنَہُ النَّاسُ کہ مومن وہ ہے جس کی ذات سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا وَشَبَّکَ اَصَابِعَہٗ

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

کہ مؤمن، مؤمن کے لئے عمارت کی طرح ہے۔ جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّہ کو مضبوط کئے رکھتا ہے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پرو دیا۔

پھر ایک روایت میں ہے کہ مؤمنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایک بدن کی سی ہے۔ جب ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے باقی سارا بدن تکلیف، درد اور بخار محسوس کرتا ہے۔

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ)

سامعین! حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے نے اپنی کتاب "چالیس جواہر پارے" میں اوّل تو اِس حدیث پر "چھ شرائط ایمان" عنوان باندھا ہے اور اپنے اِس مجموعہ احادیث میں اِس حدیث کو پہلے نمبر پر لائے ہیں اور پانچ ارکانِ اسلام کو دوسرے نمبر پر۔ حالانکہ بظاہر ترتیب ارکانِ اسلام اور ارکانِ ایمان بنتی ہے کیونکہ اسلام ہوگا اور ایک انسان مسلمان بنے گا تو ایمان ہوگا۔ لیکن ایمان کی اہمیت، افادیت اور فضیلت کے پیش نظر اِس کو ارکانِ اسلام پر ترجیح دی ہے اور "شرائط" کا لفظ اپنی ذات میں ایمان کی اہمیت کو اُجاگر کر رہا ہے۔ مطلب اِس کا یہ ہوگا کہ ایک کامل مؤمن بننے کے لئے اِن چھ شرائط پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اِن میں سے نمبر 1 یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا:

اللہ تعالیٰ پر ایمان کو درجہ اوّل پر رکھ کر ہمیں بتایا ہے کہ یہی وہ اعلیٰ ذات ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ یہی وہ عظیم ذات ہے جس نے تمام مذاہب بنائے اور دنیا کی اصلاح کے لئے انبیاء بھیجے۔ اللہ تعالیٰ کا لفظ خدائے واحد و یگانہ کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے 70 شعبے بیان فرمائے اور سب سے پہلی اور بڑی شرط لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا سب سے بہترین اظہار لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار ہے۔ اِس کا بار بار اعادہ ہے۔ اِسے دل و جان سے پڑھنا اور دہرانا ہے۔

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہا اور تینتیس دفعہ الحمدللہ کہا اور تینتیس دفعہ اللہ اکبر کہا تو یہ مل کر ننانوے ہوئے۔ سو کا عدد پورا کرنے کے لئے کہا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ... اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی

شریک نہیں۔ بادشاہت اُسی کی ہے۔ تمام تعریف اُسی کے لئے ہے اور وہ ہر ایک چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔ اس کی تمام خطائیں معاف کر دی جائیں گی اگر چہ وہ سمندر کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔"

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر:16)

اللہ تعالیٰ پر ایمان اِس حد تک یقین کے ساتھ ہو کہ وہ خدا سب سے بلند شان والا ہے وُہ ہماری دعاؤں کو سنتا بھی ہے۔ وہ بولتا بھی ہے۔ وہ حمد والا اور بے نیاز ہے۔ اُسے کسی نے پیدا کیا نہ وہ جنا گیا۔ وہ رحمن و رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ اُس کی تمام صفات پر بھی مکمل ایمان ہو اور جب ہم اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگیں تو متعلقہ صفات کو سامنے رکھ کر اور اُسے اِن صفاتی ناموں سے پکار کر، اِن صفاتی ناموں کا واسطہ دے کر دعائیں کریں۔

سامعین! ارکانِ ایمان میں سے دوسرے نمبر پر **فرشتوں پر ایمان لانا ہے۔** حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اِس کے تحت لکھتے ہیں:

"جو (یعنی فرشتے) خدا کی ایک نہ نظر آنے والی مگر نہایت اہم مخلوق ہے۔ فرشتے خدا کے حکم کے ماتحت اس کارخانہ، عالَم کو چلانے والے اور خدا کی طرف سے پیدا کئے ہوئے اسباب کے نگران ہیں اور فرشتے خدا اور اُس کے رسولوں کے درمیان پیغام رسانی کا واسطہ بھی بنتے ہیں۔"

(چالیس جواہر پارے صفحہ 14)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ملائکہ پر ایمان لازم قرار دیا اور ملائکہ کے انکار کو گمراہی قرار دیا۔ سورۃ البقرۃ 178 فرشتوں پر ایمان پکڑنے کا ذکر ہے۔ جبکہ سورۃ النساء آیت 137 میں ملائکہ کے انکار کو گمراہی قرار دیا ہے۔ ملائکہ کی ایک ایسی فوج ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی معاونت کے لئے تیار کر رکھی ہے اور اُن کے ذمہ مختلف کام تفویض ہیں۔

سامعین! تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ کی بھجوائی ہوئی تمام **کتابوں پر ایمان لانا** ضروری قرار دیا ہے۔ جس کا تاکیدی حکم قرآن کریم کی اِس آیت میں ملتا ہے جس کی تلاوت تقریر کے آغاز میں مَیں کر آیا ہوں۔ اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے جو ہر مسلمان کے ماتھے کا جھومر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام الہامی کتابوں اور رسولوں پر یکساں طور پر ایمان لانا ہے اور اِن کتابوں میں سے آخری اور دائمی کتاب قرآن شریف ہے۔ جس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اِس کی لفظی و معنوی حفاظت کا ذمہ خود اُٹھایا ہے۔ نہ اِس کا کوئی شعشہ منسوخ ہوا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ مسلمانوں کی مقدّس اور مبارک کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کے فضائل اور برکات کا ذکر قرآن کریم میں کثرت سے کیا ہے۔ اس کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ اُتارا۔ اِس کی تلاوت کے آداب کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اِسے "الفرقان"، "کتاب مسطور"، "کتاب مکنون" اور "ذکرِ مبارک" کہا۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے تمام سابقہ کتب کی تائید کی۔

سامعین! چوتھے نمبر پر **اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان** بھی رکنِ ایمان ہے۔ ان انبیاء کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء سے ہوتا ہوا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ صرف ختم ہوا بلکہ آپؐ کے فیض سے برکت پا کر آپؐ کی روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان بھی ضروری قرار دیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پہاڑوں اور برفانی تودوں کو عبور کر کے بھی اگر میر اسلام مسیح و مہدی کو پہنچانا پڑے تو ضرور ایسا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر رُسل اور بعض نبیوں کا ذکر کر کے ایمان لانے کا ذکر فرمایا ہے اور سورۃ مریم آیت 55 میں حضرت اسماعیلؑ کے لئے رسول اور نبی کا لفظ استعمال فرما کر اس عُقدہ کو حل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں چند ایک انبیاء کا ذکر فرمایا ہے ورنہ تو انبیاء کی تعداد تاریخ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار درج ہے۔ اِن میں بعض انبیاء تشریعی ہیں یعنی اِن کے ساتھ شریعت نازل ہوئی یعنی الہامی کتاب اور اکثریت اِن انبیاء کی غیر تشریعی ہیں جو اپنے پیشرو کے تابع رہ کر اصلاحِ احوال کا کام کرتے رہے اور انبیاء میں یہ بھی خوبی رہی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق بھی کرتے رہے اور آئندہ آنے والے انبیاء کی پیش خبری بھی بتاتے رہے۔

سامعین! صحیح مسلم کی حدیث جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے اُس میں پانچویں نمبر پر **یوم آخر پر ایمان** لانے کا ذکر ہے۔ جو مومنوں کی ایک شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں آخرت پر ایمان کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اس پر ایمان اِس قدر اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی ابتداء میں جن امور پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اُن میں سے ایک آخرت پر ایمان ہے جیسا کہ فرمایا وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ (البقرۃ:5) کہ مؤمن آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں بتایا ہے کہ ہر نبی نے بعث بعد الموت پر ایمان لانے کی تعلیم دی ہے۔ کیونکہ اِس دنیا کے بعد ہر انسان کو دوسری زندگی ملنے والی ہے۔ جو انسان کے مرنے کے بعد ملے گی۔ انسان نے اِس دنیا میں جو اعمال بجالائے ہیں۔ اُن کا ثمر اُنہیں وہاں ملے گا۔ اگر اچھے عمل کئے ہیں تو جنت اور اگر عمل اچھے نہیں تو اُس کو اُخروی زندگی میں بھگتنا ہوگا۔ جیسا کہ مَیں پہلے کہہ آیا ہوں کہ انسان کو دوسری زندگی ملنے والی ہے۔ یہ تمام مذاہب کا عقیدہ ہے۔ بعض مذاہب تو اِس حد تک گئے ہیں کہ اگلی زندگی میں اپنے اعمال کی وجہ سے وہ مختلف جون میں یعنی بندر اور دیگر جانوروں کی شکل اختیار کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال نامے کا ذکر قرآن کریم میں بہت کھول کر کر دیا ہے کہ ہر شخص کا اعمال نامہ اُس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔(بنی اسرائیل:14) اور یہی اُخروی زندگی ہی اصل زندگی ہوگی۔(العنکبوت:65)

سامعین! اور آخری ستون اور تھم ایمان کا **قضاء وقدر پر ایمان** ہے۔ بعض لوگ اِس کے انکاری ہیں۔ اِسے قرآنی اصطلاح میں تقدیر اور قدر کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے یہ ایک حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار جگہوں پر رزق اور وقت کے مقدّر ہونے کا ذکر کیا ہے اور مصیبت و مشکل کے مقدّر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ الحدید آیت 23 میں بیان فرمایا:

”زمین پر کوئی مصیبت نہیں آتی اور نہ تمہاری جانوں پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ لیکن اس کے ظہور سے بھی پہلے ہم نے اسے مقرر کر دیا ہوتا ہے۔ یہ بات اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس آیت کے نیچے فُٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”یہ مطلب نہیں کہ ہر بُرا اچھا بدلہ مقدّر ہے اور قسمت میں لکھا ہوا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ہر کام کا انجام ہم نے مقرر کیا ہوا ہے۔ اس لیے جیسا کام کوئی کرتا ہے، اس کا مقرر بدلہ اُسے مل جاتا ہے پس بدلہ کا پیدا کرنے والا انسان خود ہے نہ کہ خدا۔ خدا تعالیٰ تو محض اصول کا پیدا کرنے والا ہے۔“

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایمان کے اِس ستون کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

”(ششم) تقدیر خیر و شر پر ایمان لانا جو خدا کی طرف سے دنیا میں جاری شدہ قانون کی صورت میں قائم ہے یعنی اس بات پر یقین رکھنا کہ دنیا کا قانون قدرت اور قانون شریعت ہر دو خدا کے بنائے ہوئے قانون ہیں اور خدا ہی اس سارے مادی اور روحانی نظام کا بانی اور نگران ہے۔ خدا نے ہر کام کے متعلق خواہ وہ روحانی ہے یا مادی یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ اگر یوں کروگے تو اس کا اس طرح اچھا نتیجہ نکلے گا اور اگر یوں کروگے تو اس کا اس طرح خراب نتیجہ نکلے گا اور پھر خدا اپنے قانون کا مالک بھی ہے اور ایسے امور میں جو اس کی کسی بیان کردہ سنت یا وعدہ یا صفت اور پھر خدا کے خلاف نہ ہوں وہ اس قانون میں اپنے رسولوں اور نیک بندوں کی خاطر خاص حالات میں استثنائی طور پر تبدیلی بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ معجزات کا سلسلہ عموماً اس استثنائی قانون سے تعلق رکھتا ہے۔“

(چالیس جواہر پارے صفحہ 15)

پس **سامعین!** وقت کی مناسبت سے ان چھ شرائط، اصول اور ارکان کو قدرے تفصیل سے مَیں نے حسبِ توفیق اور حسبِ استطاعت بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مضمون کو سمجھنے کی توفیق دے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پہلی بات یا خصوصیت جو ایک مومن کی بیان فرمائی گئی ہے وہ غیب پر ایمان ہے، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کہ وہ سب قدرتوں والا ہے۔ جب یہ کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنے وجود کا پتہ ایک سچے مومن کو مختلف طریقوں سے دیتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں پر ایمان ہے، مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان ہے، یہ سب ایمان کی مثالیں ہیں۔ پھر غیب پر ایمان یہ ہے کہ ہر حالت میں اپنے ایمان کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ نیک اعمال جو کرتے ہیں وہ کسی کو دکھانے کے لئے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں مجھے دیکھ رہا ہے، ان پر عمل کرنا ہے۔

... مومن ہونے کے لئے دوسری اہم شرط نمازوں کا قیام ہے۔ نمازوں کا قیام یہ ہے کہ ایک توجہ کے ساتھ اپنی نمازوں کی نگرانی رکھنا، ان میں باقاعدگی اختیار کرنا کیونکہ اگر نمازوں میں باقاعدگی نہیں ہے، کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، کبھی نیند آرہی ہے تو عشاء کی نماز ضائع ہوگئی اور بغیر پڑھے سوگئے، کبھی گہری نیند سورہے ہیں تو فجر کی نماز پر آنکھ نہ کھلی... حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن تو وہ لوگ ہیں جو نمازوں کا قیام کرتے ہیں اور قیام کس طرح کرتے ہیں، عَلٰی صَلَاتِہِمْ دَآئِمُوْنَ (المعارج:24)

پھر ایک سچے مومن کی ایک نشانی یہ ہے کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4) اور جو کچھ اللہ نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھی خرچ کرتے ہیں اور یہ خرچ دولت کا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دی ہیں، جو کسی کو بھی دوسرے سے زیادہ عطا کی ہیں اس کو دوسروں کی بہتری کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

... ایک مومن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تعلیم اتری ہے اسے ماننا ضروری ہے۔ آپؐ کو خاتم الانبیاء ماننا ضروری ہے۔ اس یقین پر قائم ہوں اور یہ ایمان ہو کہ قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے اور اس کے تمام احکامات ہمارے لئے ہیں اور ہمیں اس پر ایمان لانا اور ماننا اور عمل کرنا ضروری ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13 جولائی 2007ء)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)